

حوالہ جات

- ۱- ظہور الحسن سیوہاری، نگارستان کشمیر، مکتبہ شرقیہ، دہلی، ۱۹۳۴ء ص ۲۷۳
- ۲- عبدالقادر سروری، کشمیر میں اردو، جلد اول، دہلی، ۱۹۸۱ء ص ۱۳۷
- ۳- محبت الحسن، کشمیر سلاطین کے عہد میں، دارالمصنفین اعظم گڑھ، بھارت، ۱۹۶۷ء ص ۱۲۳
- ۴- غلام محی الدین صوفی، کشمیر، جلد اول، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۱۶۷
- ۵- محبت الحسن، پروفیسر، کشمیر سلاطین کے عہد میں، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء ص ۱۲۳
- ۶- عبدالقادر سروری، کشمیر میں اردو، جلد اول، دہلی، ۱۹۸۱ء ص ۱۳۸
- ۷- غلام محی الدین صوفی، کشمیر، جلد دوم، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۱۲۰
- ۸- محی الدین حاجی، پروفیسر، دولرک ملر، شالیمار آرٹ پریس، سرینگر، ۱۹۸۲ء ص ۱۰۱
- ۹- عبدالقادر سروری، کشمیر میں اردو، جلد اول، دہلی، ۱۹۸۱ء ص ۱۴۱
- ۱۰- غلام محی الدین صوفی، کشمیر، جلد دوم، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۳۵۳
- ۱۱- پریم ناتھ بزاز، تحریک جدوجہد آزادی کشمیر کی تاریخ، ویری ناگ پبلشرز، میرپور، آزاد کشمیر، ۱۹۹۲ء ص ۱۱۸
- ۱۲- غلام محی الدین صوفی، کشمیر، جلد دوم، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۳۵۳
- ۱۳- ایضاً
- ۱۴- پریم ناتھ بزاز، تحریک جدوجہد آزادی کشمیر کی تاریخ، ویری ناگ پبلشرز، میرپور، آزاد کشمیر، ۱۹۹۲ء ص ۱۱۱
- ۱۵- عبدالقادر سروری، کشمیر میں اردو، جلد اول، دہلی، ۱۹۸۱ء ص ۱۴۵
- ۱۶- ایضاً
- ۱۷- غلام محی الدین صوفی، کشمیر، جلد دوم، جامعہ پنجاب، لاہور، ۱۹۴۸ء ص ۳۵۷
- ۱۸- ایضاً، ص ۳۷۳
- ۱۹- ایضاً
- ۲۰- جی ایم میر، کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، میرپور آزاد کشمیر، ۲۰۰۴ء ص ۴۰
- ۲۱- حکیم محمد موسیٰ، ادبی دنیا (کشمیر نمبر)، لاہور، ۱۹۶۶ء ص ۴۷۲
- ۲۲- ایضاً، ص ۴۷۴
- ۲۳- جی ایم میر، کشمیر کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، میرپور آزاد کشمیر، ۲۰۰۴ء ص ۳۹
- ۲۴- ایضاً، ص ۴۰
- ۲۵- حکیم محمد موسیٰ، ادبی دنیا (کشمیر نمبر)، لاہور، ۱۹۶۶ء ص ۲۸۵



بخت آور کریم داجل کا مرکزی حوالہ

☆ ڈاکٹر راشدہ قاضی

Abstract:

"Dajal is less development town of district Rajanpur. The Town was so named after a renowned personality namely Dawood. Bakhtawar was born in this under developed town. She got education despite opposition of her clan. Later, she became interested in Sufism. She read thoughtfully work of Khawaja Ghulam Farid and expressed herself through her verse. Now, Dajal is recognized by her name.

Keywords: بخت آور، داجل، داؤد، راجن پور، خواجہ غلام فرید، پیر قادر بخش

موجودہ ضلع راجن پور اور سابقہ ضلع ڈیرہ غازی خان کا ایک پسماندہ قصبہ "داجل" تحصیل جامپور سے 22 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ قصبہ داجل سے آگے آگے ہژند تاریخی اعتبار سے قابل ذکر ہے۔ قلعہ ہژند تاریخ کا ایک اہم حوالہ ہے۔ داجل سے 50 کلومیٹر کے فاصلے پر ہژند واقع ہے۔ داجل ایک تاریخی قصبہ ہے۔ نہر دور حکومت میں اس قصبے کو عروج حاصل رہا ہے۔ یہ قصبہ تحصیل جامپور ضلع راجن پور پنجاب پاکستان میں واقع ہے۔ ہژند کے قریب افزہ مقام ماڑی ہے۔

داؤد نامی ایک شخص جامپور سے 22 کلومیٹر مغرب کی جانب اس جگہ پر ہژند سے آیا تھا۔ یہاں جال کے ایک درخت کے نیچے اس بزرگ نے ڈیرہ جمایا بہت سے عقیدتا آتے اور وہیں آباد ہو جاتے۔ یوں ایک بستی آباد ہو گئی جس کا نام داؤد اور اس کے درخت جال کے نام پر رکھ دیا گیا "داؤد جال"۔ آبادی بڑھتی گئی اور نام مختصر ہو کر "داؤد جال" رہ گیا۔ مزید اختصار کے ساتھ اسے داجل لکھا اور پکار جانے لگا۔ (۱)

☆ پرنسپل گریڈ کالج آف کامرس، ڈیرہ غازی خان

<http://pakiezwordpress.com/2006/18/dgkhan-dera-ghazi-khan-history-hazrat-per-adil-2/> </ref 'Dajal is a small town in Tehsil Jampur Distt, Rajan Pur of Punjab, Pakistan. It is on the border of Balochistan Province. It is located at 29,33,34 N-70, 22, 33, E and its population is around 50,00... Elevation: 120m weather: 39" C, wind E at 10km/h, 17% humidity. (2) Arena code. 604 province: Punjab, Pakistan. Division: Dera Ghazi Khan." Dajal, Rajanpur- wikiped ia. Org.

<https://en.m.wikipedia.org/wiki/dajal-rajapur#History>.

پوسٹ ایک پرانے قلعہ میں واقع ہے۔ BMP ہرنڈ، لال گڑھ سے 8 کلومیٹر دور شمال مغرب میں واقع ایک تاریخی قصبہ ہے۔ ہرنڈ جس کے بارے میں اگرچہ روایت ہے کہ یہ قلعہ زمانہ قدیم سے واقع ہے اور اس نے کئی حملہ آوروں بشمول سکندر اعظم، محمد بن قاسم کے لشکر دیکھے۔ (ہرنڈ شہر کی مغربی جانب کھجوروں کے جھنڈ موجود ہیں۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عرب لشکر کے) "میں ہرنڈ کے قلعہ کا ذکر اپڑاؤ کا نتیجہ ہے لیکن میجر ریڈورڈ نے اپنی کتاب "Year on the Punjab Frontier" میں طرح سے بیان کیا ہے، "ہرنڈ میں قبل ازیں قلعہ نہیں تھا لیکن دیوان ساون مل کے دادار نے ایک دن بھری عدالت میں کچھ گورچانیوں سے گالی گلوچ کی۔ اس بات پر قبیلہ میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے کاردار کے گھر کو گھیر لیا اور اسے باہر نکال کر مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد ساون مل نے یہاں پختہ اینٹوں سے ایک شاندار قلعہ بنوایا جس میں کہ دیوان مولراج کا افسر (محکم چند) 49-1848ء کی جنگ میں ڈٹا رہا۔ بالآخر بنگال انجینئرز کے لیفٹنٹ یگ نے قلعہ گورچانی قبیلہ کی مدد سے فتح کیا جو سکھوں سے انتقام لینے کی طاق میں تھے۔ یہ قلعہ قندھار سے آنے والے راستے کے اوپر موجود ہے اور موجود رہنا چاہیے۔ ہے۔ جس کے 16 کنارے ہیں ہر Polygon لیفٹینٹ یگ نے اس کی ساخت اس طرح سے بیان کی ہے۔ "یہ ایک باقاعدہ polygon ہے۔ جس کے 16 کنارے کی لمبائی 75 گز ہے۔ کل احاطہ ایک ہزار دو سو گز ہے۔ دیواروں کی اونچائی 26 فٹ ہے اور میناروں کی لمبائی 31 فٹ ہے کل 16 مینار ہیں۔ ہر کونے پر ایک مینار مجود ہے۔ دو دروازے ہیں۔" (۳)

ہرنڈ کے قلعے کو جب سکھوں نے تعمیر کرانا شروع کیا تو گورچانیوں نید و دفعہ اس پر لشکر کشی کی اور اسے مسمار کر دیا۔ تیسری بار جا کر تعمیر مکمل ہوئی۔ بارش ہونے کے بعد آج بھی کبھی کبھار ہرنڈ کے لوگوں کو قلعہ

سے زمین کے اندر دبی اشرفیاں مل جاتی ہیں۔ ادبی حوالے سے ماڑی، ہنر مند اور داجل کے جاگیر دارانہ پس منظر میں دبی ایک اشرفی "بخت آور کریم" بھی ہیں۔

داجل کے لوگوں کو سب سے بڑا مسئلہ پانی ہے۔ بوند بوند پانی کو ترستے ان لوگوں نے جانوروں کے ساتھ ایک ہی تالاب سے پانی پیا۔ حکومتی سطح پر پانی کی لائنیں بچھا کر جامپور سے رسائی آب کو تو ممکن بنایا گیا لیکن سیاسی سرکشی کے باعث مہینوں پانی کی فراہمی روک دی جاتی ہے۔ نوآبادی نظام کے زیر اثر اس علاقے کے لوگوں کو انسان کم سمجھا گیا۔ توجہ سے محروم یہ علاقہ تمنداروں، سرداروں اور زمینداروں کے اثر و رسوخ اور مظالم کی کہانیاں اپنے سینے میں سموئے ہوئے ہے۔ بقول وکیل انجم:

”ضلع ڈیرہ غازی خان کے شمال میں صوبہ سرحد کا ڈیرہ اسماعیل خان، جنوب میں صوبہ سندھ، مغرب میں بلوچستان کا کوہ سلیمان اور اس کے مشرق میں دریائے سندھ بہتا ہے۔ انگریزوں نے اپنا سامرائی تسلط قائم رکھنے کے لیے اس علاقے میں اپنے نمک خوار پیدا کیے اور بلوچ قبائل کو 9 تمنداروں میں بانٹ دیا۔ جن میں تمن دریشک، تمن گورچانی، تمن لُنڈ، تمن کھوسہ، تمن بزدار، تمن قیصرانی، اور تمن کھتران نمایاں ہیں۔“ (۴)

قصبہ داجل گورچانی سرداروں کی راجدھانی تھی۔ تاہم اس کی سیاست پر لغاری، مزاری اور دریشک سرداروں کا عمل دخل بھی رہا۔ انگریزوں نے ان کے سرداروں کو افسر مال کے اختیارات اور محدود فوج رکھنے کی بھی اجازت دے دی۔ (۵) یہ حکمت عملی قبائلی نظام کو اپنے حق میں استعمال کرنے کے لیے اختیار کی تھی۔ ان سرداروں نے عوام کا خون پوری سنگدلی سے چوس کر سامراجی رگوں میں بھرا اور انگریز کی بخشی ہوئی حیثیت کو ڈھٹائی کے ساتھ استعمال کیا۔ سرکاری زمین چیکے چیکے ان کے نام منتقل ہونے لگی۔ جب ان کو انتخاب کی ضرورت محسوس ہوئی تو سردار محلات میں بیٹھ کر انتخاب لڑتے تھے۔ ان کے حکم کے بغیر پتا بھی نہ مل سکتا تھا۔“ (۶)

اس پس منظر میں داجل میں ایک بیٹی نے جنم لیا۔ (1948-1966ء) جس کا نام بخت آور دبی بی رکھا گیا۔ بخت آور دبی بی کے والد کریم بخش دمڑیہ سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں مقیم رہے۔ کریم بخش دمڑیہ کی روشن خیالی کو غلام رسول شوق نے چار چاند لگا دیئے۔

غلام رسول شوق اعلیٰ تعلیمی عہدوں پر فائز رہے۔ ان کی کاوشوں اے اقدار و روایات کو پس پشت ڈال کر کریم بخش دمڑیہ نے اپنی بیٹی کو مخالفتوں کے باوجود پڑھانے کا ارادہ کر لیا۔ بقول شازیہ نذر "اس زمانے میں جہاں لوگ لڑکوں کو تعلیم حاصل کروانے سے ڈرتے تھے۔

وہاں آپ نے نہ صرف اپنے ملک بلکہ گیر ملک یعنی بھارت میں بھی جا کر تعلیم حاصل کی۔ جن علاقوں میں آپ زیر تعلیم رہیں ان میں دہلی، لائل پور، (فیصل آباد) امرتسر، ملتان اور علی گڑھ شامل ہیں۔“ (۷)

بیٹی کی تعلیم کے سلسلہ میں کریم بخش پر کفر کا فتویٰ تک لگا مگر وہ ثابت قدم رہے۔ 1949-1995ء اور عمرانہ پروین (1959ء) پوان چڑھے۔ باقی اوائل عمری میں ہی وفات پا گئے۔ بخٹوار بی بی نے قلمی نام بخت آور کریم رکھا۔

”یہ وہ دور تھا کہ جب والدین سمجھتے تھے کہ لڑکیاں پڑھنا لکھنا سیکھ کر پیار کے پیغام لکھیں گی۔۔۔ بخت آور کریم نے اس سوچ کے خلاف عملی جدوجہد کی اور اپنی ذمہ داری کو نبھایا۔“ (۸)

شعبہ تدریس سے وابستہ رہیں۔ مظفر گڑھ سے راجن پور تبادلہ ہوا تو لوگوں کے فرسودہ خیالات بدلنے کی بھرپور کوشش کی۔ راجن پور سے ڈیرہ غازی خان تبادلہ ہوا۔ 11 سال ڈیرہ غازی خان میں ملازمت کی اپنے بیٹے طفیل احمد عرشی کی تعلیم کی وجہ سے لاہور تبادلہ کر دیا۔ ڈیرہ سال لاہور میں ملازمت جاری رکھی۔ 1976ء میں قبل از وقت ریٹائرمنٹ لی اور مستقل لاہور میں سکونت اختیار کی۔

”1979ء میں خواجہ غلام فرید اکیڈمی آف پاکستان کا قیام عمل میں لائیں۔ جس کی زیر نگرانی ہر سال ایک رسالہ بھی شائع ہوتا رہا۔“ (۹)

وہ ایک سخت گیر معلمہ اور منظم ماں تھیں۔ ریاضی ان کا پسندیدہ مضمون تھا۔ ریاضی ہی کی عمر بھر تدریس کی اور ریاضی کیا اصولوں کی طرح ہی منظم تھیں۔

خواجہ غلام فرید سے بے حد متاثر تھیں۔ دیوان فرید کو اپنی استاد مانتی تھی مخدوم قادر بخش کے بیٹے سید ممتاز حسین شاہ کو اپنا کلام اصلاح کی غرض سے دکھایا کرتیں۔ ”بقول شاز یہ نذر:

تو س لچپال ہیں یاد سنگی
مخولم سید قادر بخش پیر

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بخت آور کریم جس جس زدہ پس منظر کی امین تھی اس کے پیش نظر کہیں یہ ضروری تو نہیں ہو گیا تھا کہ وہ مذہبی حوالوں کو اپنی تحریر میں جگہ دیں، قرآنی آیات کو موضوع بنائیں۔ اور خواجہ فرید کو اپنی شاعری کا مرکزی حوالہ بنائیں کیونکہ پیروں کے خاندان سے لوگ عقیدت رکھتے ہیں اور عورتوں کے اظہار عقیدت کو بھی پسند کرتے ہیں۔ پھر داجل کے مخدوم خاندان سے وابستگی پیر قادر بخش اور ان کے بیٹے سید

ممتاز شاہ سے منہ بولا رشتہ قائم کرنا بھی اسی سلسلہ کی کڑی تو نہیں۔ کٹر مذہبی اعتقاد رکھنے والے لوگوں سے خود کو محفوظ رکھنے کی خواہش بھی تو ہو سکتی ہے یا پھر یہ ان کے مزاج کا حصہ تھا کہ وہ عقیدت اور محبت کے پھول ہی نہجھوڑ کر تپتی رہیں۔ ان سوالوں کے جواب حاصل کرنے کی سعی اس مقالہ میں کی گئی ہے۔

”پیر قادر بخش کے بیٹے سید ممتاز حسین شاہ کو بخت آور کریم نے اپنا منہ بولا بھائی بنایا ہوا تھا

اور ان سے اصلاح لیتی تھیں۔“ (۱۰)

ان کی شخصیت میں توازن تھا۔ اگرچہ ان کے گداز دل پر صوفیانہ رنگ کا دھمال جاری تھا لیکن ان کی شخصیت اور محبت کا توازن ہمیشہ قائم رہا۔

بقول شازیہ نذر:

”مرنے سے قبل ان کی آخری خواہش تھی کہ داتا صاحب کے مزار سے حاضری کے بعد

انھیں دفنایا جائے۔ خواہش کی تکمیل میں انھیں دربار سے چادر بھی ملی۔“ (۱۱)

”21 فروری 1984ء بمطابق 18 جمادی الاول 1404ھ میں بروز منگل بوقت نماز ظہر

اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔“ (۱۲)

”انک ملک دیداں (دسمبر 1984ء)“ خواجہ فرید علی ادبی بورڈ لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ سرائیکی

مجموعہ کلام 152 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ کلام میں عقیدتاں، ڈوہرے، رباعیاں، کافیاں، غزلاں اور نظمیں شامل ہیں۔

نویں	لاون	سکھی	اں	رہا
میڈی	یاری	توڑ	چڑھا	ویں
یاری	لاون	تے	توڑ	چڑھاون
ان	جان	کوں	آپ	ڈساویں (۱۳)

داجل جیسے قصبہ کی خاتون کے لیے اس طرح کی شاعری کرنا آسان نہ تھا۔ ریت رواج، سماج اور

معاشرے سے قبولیت کی سند حاصل کرنا بھی اہل نہ تھا مگر بخت آور کریم نے ہمت نہ ہاری۔ ان کی شاعری کے

صوفیانہ رنگ اور اپنے اطراف چڑھائے تختی کے خول نے انہیں اپنی معاشرت (ویسب) سے الگ کر دیا تھا۔

یہاں یہ سوال بھی ذہن میں سر اُبھارتا ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری اور خدا داد صلاحیتوں کو پوری سمجھداری سے

مذہبی شاعری کی طرف موڑا، یا اُن کا فطری رجحان ہی اس طرف تھا۔ نیز ایک پسماندہ علاقے کے روشن خیال

عورت نے جب کیفیات، جذبات اور خیالات کا رخ حضرت خواجہ غلام فرید کی جانب موڑا تو کیا یہ بھی ویسب

کی ہرزہ سرائی سے بچنے کے شعوری کوشش تھی۔ یادل سائیں فرید کی پیاسی "روہی" کا شیدائی تھا۔ بہر حال حقیقت کچھ بھی ہو سماجیات سے غیر محسوس بغاوت نے پیر فرید اور پھر داجل ہی کے مخدوم خاندان سے قربت کے باعث وہ بہت سے بہتانوں سے بچی رہیں۔ پیری مریدی کے نظام میں جکڑے لوگوں کے یہ بہت بڑی سعادت تھی کہ ایک عورت خواجہ فرید کی عقیدت مند ہیں اور اپنی شاعری میں قرآنی حوالے بھی دیتی ہیں۔

”سورة ق محبتاں والی نتھ میں پاواں
موتی سونھواں م مھر دا ہوسی
التحیات دی سنبھ بٹاواں
سورة ملک دی جگنی پاواں
جنت بان مریندی رہی لہ
اُچاناں سوھنزیں مدنی دا ہوسی“ (۱۴)

وہ حب الہی اور محبت رسول ﷺ کا عملی اظہار اپنے اشعار میں کرتی تھیں۔ قرآنی سورتوں کا اذکار، صنعت حسن، تلمیح کا منفرد حوالہ ہے جبکہ شعری کائنات میں اسلامی واقعات کو بھی خوبصورتی سے جگہ دی گئی ہے۔

”علم دا بخت ہے بھیا یا ہر سو
جہالت دا منڈھ نکھنا
اسلام دے ڈیوے بالن عربی
ظلمت کوں مٹا کے“ (۱۵)

خواجہ غلام فرید کو اپنا مرشد ماننے والی بخت آور کریم محبت کے جذبے سے بھیگ کر اُن کا ذکر عقیدت کے ساتھ کرتی ہیں۔

”جے توں ہوئیں دلدار خواجہ
سب دسریندے کم کار خواجہ
اُف تیر تیڈے نیناں دے
تھی ویندے دل دے پار خواجہ
تیڈیاں کافیاں یاد دا محور بن
کیویں دسراں تیڈا پیار خواجہ
ہیں میڈا ہار سنگار دی ٹوں

توں وسدا ہیں چودھار خولجہ
جھہ قدم تیڈے آویندے ہن
کھل پوندے باغ، بہار خولجہ “ (۱۶)

سرائیکی شاعری میں اردو کی پیوند کاری سے دلکشی پیدا کی گئی ہے۔ جیسے تیڈیاں کافیاں یاد دماخور ہن
یہاں محور معنویت پیدا کر رہا ہے۔

”پیار نبھاویں ہا
چھڈ کے نہ جاویں ہا
حوصلہ ڈیواویں تھا
دلڑی نزار کوں
کھل الاویں ہا
مونجھاں لھاویں ہا
ہک وار آویں ہا
چھوڑ کم کار کوں“ (۱۸)

ان اشعار میں پنجابی اور اردو کا تزک کہ ہے۔

”چھڈ کے نہ جاویں ہا“ پنجابی

”حوصلہ ڈیولویں ہا“ اردو

”دلڑی نزار کوں“ سرائیکی

پنجابی، اردو اور سرائیکی کی پیوند کاری سے شاعری معنی خیز ہوئی۔ ساتھ ہی ان اشعار میں ”برہوں
کی ماری“ وصل کی خواہش کا اظہار کر رہی ہیں۔

بخت آور کریم نے مختلف شعری جہتوں کا اپنا یا۔

کہیں ”عقیدتاں“ کہیں ”کافیاں“ کہیں ”ڈوہڑے“ کہیں ”رباعیاں“ کہیں ”غزلاں“ اور
کہیں ”نظمیں“ گویا انہوں نے گلستان شاعری کو نگارنگ پھولوں سے سجادیا۔

”پھل پھل خوشبو“ یہ بخت آور کریم کا غیر مطبوعہ کلام ہے۔ اس میں انہوں نے اُن بیسیوں کا ذکر کیا ہے
جن کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے۔ تمام واقعات اور بیسیوں کا تفصیلی تعارف اس میں موجود ہے۔
بقول شاز یہ نذر:

”بخت آور کریم کی صاحبزادی عمرانہ پروین کے پاس یہ مسودہ موجود ہے“ (۱۹)

اسلامی مضامین کا مجموعہ ”مضامین گلدستہ“ نومبر ۱۹۸۰ء میں ادبی سنگت لاہور نے شائع کیا۔ کل صفحات ۱۳۱ ہیں۔ انتساب ”والدین کے نام“ ہے۔ مضامین گلدستہ کے موضوعات اراکین اسلام کا احاطہ کرنے کے علاوہ عید الفطر، عبدالاحیٰ، شب معراج، شب برات، فضائل رمضان، واقعہ کربلا اور محرم الحرام جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

”حضور ﷺ کی نعتیہ شاعری“ حضور ﷺ کے دور کے نعت گو شعرا کا ذکر ہے۔ شاز یہ نذر کے مطابق یہ کلام مطبوعہ ہے مگر ان کی صاحبزادی عمرانہ پروین کے علاوہ کہیں اور دستیاب نہیں۔ سرائیکی زبان اور سرائیکی وسیب سے وابستگی اور محبت کے پیش نظر سرائیکی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ ۱۹۷۶ء سے شروع کیا اور ۱۹۸۳ء تک تکمیل کو پہنچایا۔ مگر تاحال طباعت نہیں ہو سکی۔ ”گوہر شب چراغ“ کے مصنف انور فیروز ہیں جبکہ بخت آور کریم نے اسے مرتب کیا۔ اس کا انتساب خواجہ غلام فرید کے نام ہے۔ اگست ۱۹۱۹ء (بہاولپور) میں اس کی اشاعت اول ہوئی جبکہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۹ء میں بخت آور کریم نے اسے مرتب کیا اور بخت آور کریم پرنٹرز اینڈ پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ نے شائع کیا۔

”اس کتاب میں محمد طفیل عرشی، غضنفر مہدی، محمد اسماعیل بھٹی اور بخت آور کریم نے خواجہ فرید کی شاعری، آثار و افکار پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کے آخر میں فرہنگ بھی دی گئی ہے۔

جس میں بے شمار الفاظ ہیں۔“ (۲۰)

جبکہ آخر میں یہ نوٹ بھی دیا گیا ہے۔

نوٹ: جن حروف پر (ط) کا نشان ہے وہ ریاستی لہجہ ادا کر رہے ہیں۔ مثلاً ن (ط) ”ونز پڑھنا

چاہیے۔

یاد رہے کہ ونز سرائیکی میں درخت کو کہتے ہیں۔ راجن پور میں اگرچہ اردو زبان کا آغاز اور پھر ارتقاء بڑی دیر سے ہوا تاہم یہاں کے قلم کاروں نے اردو شعر کے فروغ میں حصہ ڈالا۔

بقول شاز یہ نذر:

”ان ادیبوں میں کیفی جامپوری، شبیر حسین اختر، ڈاکٹر اسلم عزیز درانی، ڈاکٹر راشدہ قاضی،

ڈاکٹر شکیل پتانی، ڈاکٹر رانا یاسین، اشکر فاروقی حکیم فارس جیسے نام نمایاں ہیں۔“ (۲۱)

ادب کے اس قافلے کا ایک نمایاں نام بخت آور کریم کا ہے جن کی شاعری خدمات بھی نمایاں ہیں۔ اسلامی مضامین کا مجموعہ ”مضامین گلدستہ“ مقالات:

- 1- مداح خواجہ غلام فرید
 - 2- (تاریخ اسلام کا ایک ورق) یہ تیرے پراسرار بندے۔
 - 3- خواجہ غلام فرید
 - 4- یادوں کے قافلے
- اگر ان مضامین کو اسلامی مضامین کا گلدستہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ پیش لفظ میں رقم طراز ہیں:
- ”اسلام کے موضوع پر بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ اسلام کے ایک ایک شعبے پر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ میں نے یہ کتاب اصلاً ان طالب علموں کے لیے لکھی ہیں جن کو ثانوی درجے تک سکولوں میں اس مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کم از کم اس کتاب کے مطالعہ سے وہ اسلام کے کسی موضوع پر قلم تو اٹھا سکیں گے۔“ (۲۱)
- اس کتاب میں توحید، رسالت، تمام کلمے، ارکان اسلام مع ترجمہ، فرشتوں اور ایمان، حقوق العباد اور شب معراج کے بارے میں لکھا ہے:

بچے معراج پہ عرش پہ مصطفیٰ
پھر نہ معبود، بندے میں پردہ رہا (۲۲)

بخت آور کریم نے حیات و ممات کی گتھیاں بھی سلجھائی ہیں۔ وہ زندگی کے بارے میں لکھتی ہیں:

”زندگی جسے انسان روتے اور ہچکیاں بھرتے ہوئے قبول کرتا ہے اور چند دنوں کی مختصر مدت میں شمع انجمن اور مجسمہ درد بننے کے بعد سسکیوں اور آہوں کے طوفان میں ڈوب کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ جاتے ہیں۔“ (۲۳)

اُردو تحریر بعض جگہوں پر رعنائی کے پیکر میں بھی ڈھلی ہے۔

”گلابی رخسار جنہیں میں دیکھ کر اکثر عقیدت کا اظہار کیا کرتی تھی اب خزاں رسیدہ پتوں کی طرح زرد پڑ چکے ہیں۔ وہ غزیریں زلفیں جن سے ہمیشہ عرق گلاب کی بھیننی بھیننی خوشبوئیں نکھرتی تھیں اب ان کی دلکشی ظاہرِ امیرے لیے مئے خانہ بن سکیں اور وہ گلاب کی پتھڑیوں سے زیادہ نازک لب جن پر شام کا احریں رنگ تلمیلا تا تھا۔ اب ماند پڑ گیا۔ اب کچھ بھی رعنائی باقی نہیں رہی۔“ (۲۴)

یہاں بخت آور کریم نے جمالیاتی رنگوں اور سماجی کرب اور ہجر و فراق کی تصویر کشی بڑے جذب سے کی ہے۔ خواجہ غلام فرید سے محبت و عقیدت کی سیڑھیاں چڑھتی ہوئی بخت آور کریم تصوف کے مقام و مرتبہ

تک جا پہنچی ہیں۔ اُن کی زندگی محنت، لگن اور جستجو کا نام ہے۔ ان کا تخیل بھی معی خیز ہے اور تحریر بھی روشنی کا استعارہ ہے۔ وہ اپنے اشعار کو قرآن مجید کی سورہ کے نام کرتی ہیں۔ عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر شاعری کرتی ہیں۔ صحابہ کرام کے نام اشعار لکھتی ہیں اور خواجہ غلام فرید کی محبت میں سرشار ہوتی ہیں اور خواجہ صاحب کی کافیاں اپنی ذات کا محور بنا دیتی ہیں۔ بخت آور کریم کے اندر عاجزی کے دیئے جلتے ہیں۔ ان کی شعری کائنات فنی و فکری لحاظ سے لائق تحسین ہے جبکہ نثری دنیا بھی لائق توجہ ہے جبکہ راجن پور کے ادیبوں اور شاعروں میں بخت آور کریم قابل ذکر مقام رکھتی ہیں۔

نثار اکبر آبادی کے دواشعار بھی منظوم خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

نہ	تھا	کوئی	ٹھکانہ	زندگی	کا
مگر	وہ	زندگی	کا	آشیاں	تھی
شعاع	مہر	عالم	تاب	تھی	وہ
وفا	کی	روشنی	کا	کارواں	تھی

☆☆☆☆

حوالہ جات

- 1- www.bbc.com
- 2- http://www.bbc.com/urdu/ multime-dia/ 2014/11/141125-harand-fort-rajanpur-pics-nh.
- 3- Marri is a hilly station in the suliman Range, situated only few kilometer form dajal (near the Lal garh union Council) Marri (urdu) is a hill station in Rajan Pur district, South Punjab, Pakistan its altitude is approximately 4800 ft above from sea level. It is about 75 km (47 mi away form jampur, 100 km(62 mi) away from RajanPur and 116km (72mi) from Mithankot.
- 4- Dajal: dajal rajanpur.blogspot.com
- 5- وکیل انجم۔ سیاست کے فرعون۔ پنجاب کے جاگیرداروں کے عروج و زوال کی کہانی۔ فیروز سنز پرائیویٹ لیمیٹڈ لاہور، راولپنڈی، کراچی 1992ء ص 107
- 6- ایضاً ص 108
- 7- شازیہ نذر بخت آور کریم شخصیت و فن غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم۔ اُردو، شعبہ اُردو غازی پونیورسٹی ڈیرہ غازی خان 2016-2014 ص 3
- 8- ایضاً ص 5
- 9- بخت آور کریم۔ "انک منک دیداں" خولجہ عیل وادی بورڈ لاہور 1984ء ص 143
- 10- ایضاً ص 6
- 11- ایضاً ص 31
- 12- ایضاً ص 10
- 13- ایضاً ص 143
- 14- ایضاً ص 145
- 15- ایضاً ص 11

۸۶ مجلہ تحقیق، جلد ۳۹، شمارہ ۱۱۱، اپریل۔ جون ۲۰۱۸ء

- 16- ایضاً ص 14
- 17- ایضاً ص 13
- 18- ایضاً ص 28
- 19- ایضاً ص 68
- 20- شازیہ نذر، بخت آور کریم شخصیت و فن ص 18
- 21- بخت آور کریم۔ گوہر شب چراغ۔ بخت پر نثرز اینڈ پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور، جنوری 1989ء
- ص 111
- 22- ایضاً ص 112
- 23- شازیہ نذر ایضاً ص 19
- 24- بخت آور کریم "اسلامی مضامین کا مجموعہ" مضامین گلدستہ "پاکستان ادبی سنگت لاہور نومبر 1980- ص 7
- 25- ایضاً ص 112
- 26- بخت آور کریم "یادوں کے قافلے" پیام فرید، خولجہ فرید اکیڈمی آف پاکستان لاہور 1983ء ص 48
- 27- پیام فرید، خولجہ غلام فرید اکیڈمی آف پاکستان گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور 1983ء ص 48

